ڈاکٹر سید تقی عابدی

سید افتخار حیدر (ٹورنٹو۔ کینیڈا)

(تعارفی مضمون برائے جلسہ ولی ایوارڈ اسٹرن یونیورسٹی ٹورنٹو کینیڈا)

دوانے دل کی جانے اور دل بانٹنے والے ڈاکٹر جناب سید تقی عابدی صاحب سے میرا تعارف ان کے مضامین کے علاوہ میرے بڑے بھائی جناب ڈاکٹر سید سجاد حیدر صاحب کا احسان ہے۔ بھائی صاحب کا حکم صادر ہوا کہ میں اس دشتِ جنوں کے مسافر سے ضرور ملوں۔ ساتھ ہی انہوں نے میری شاعری کے دونوں مجموعے "گنجِ دل" اور "سوزِ دل" بھی انہیں گنگنا دئے۔ لیکن ایک ہوش و حواس کے امین کے لئے کسی دشت و بیاباں میں صاحبِ جنوں کی تلاش کر کے جنگلوں میں خدا داد حوصلے سے کم نہیں ہوتی۔ صاحبِ جنوں بھی ایسا جو بقول سے جو ہر دوں کا پاسباں ہو۔ اگرچہ میں خود بھی خرد کی گتھیاں سلجھائے بغیر اپنے مولا سے صاحبِ جنوں ہونے کی بھیک تو مانگا کرتا تھا لیکن عمر آوارہ دی کی بھی جرأت نہ ہوئی اور مجھے حضرت سید وارث شاہ صاحب کی یہ نصیحت بھی بھول چکی تھی کہ "تقدیر سہاگ اور فقیر کا کوئی دیس نہیں ہوا کرتا"۔ چونکہ وسیلے بغیر نہ بھی کسی کا کام نکلا ہے اور نہ نکل سکتا ہے۔ مجھے بھی جناب سے والد مرحوم ڈاکٹر زیدی صاحب کی وساطت سے جشن نو کیس میں مولائے عشق حضرت علی علیہ السلام کے جشنِ ولادت پر جناب ڈاکٹر تقی عابدی صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ اس وقت سے آج تک الحمدللہ اسی مولا کے طفیل پاکیزہ نسبت سے ہمارا رشتہ استوار ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ دشتِ جنوں میں تعین شدہ راستے نہیں ہوا کرتے۔ یہاں تو صرف جذبۂ دل راستوں اور منزلوں کا تعین کرتا ہے۔ جگر مراد آبادی نے کیا تھا:

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کی طرف دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے

آخر یہی ہوا اور منزل خود چل کر ٹورنٹو کے قلب شمالی (نیومارکیٹ) میں آباد ہو گئی۔ اب جس کی ہمت ہے اور وسائل میسر ہیں جا کر مل لیا کرے۔ عشق کی راہ کوئی آسان تھوڑی ہوتی ہے۔ جب سے آپ یہاں آئے ہیں "آتی یاد خود نظر نہیں آئے" مگر ان کے کارہائے نمایاں کے جلوے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کرتے رہے۔ افتخار اقبال۔

انیس و دبیر سے ان کو کہاں فرصت جو ادھر ادھر دیکھے "سوزِ دل" کا شعر ہے

ان کو زیبائش سے کب فرصت ملی جو دیکھتے
کس قدر ہے اس طرف مشتاق کی حالت زبوں
وہ شعر سے اس لئے بھی دور چلے گئے کہ

اب کہاں وہ سنگ ریزی اور دشنام عدو
حیدر اس کوچے میں اب کس کام آئے گا جنوں

ایک بہت بڑے مکان کے بہت ہی چھوٹے کمرے میں ایک چھوٹی سی چارپائی کے ساتھ ایک کلرک مارکہ میز کرسی پر نہایت عاجزانہ انداز میں عرصوں سے بھی کشادہ وسیع خیال لئے "تخلیق، تحقیق، تنقید، ترتیب و تالیف" کا عمل عبادت کرتے رہتے ہیں۔ جب بھی بات ہو جائے تو حالاتِ حاضرہ سے بے نیاز کسی نئی کتاب "جس پر کام کر رہے ہوتے ہیں" اس کے محاسن کو ایسی داستان بکھیر دیتے ہیں کہ آپ اگر خود بھی وہ کتاب پڑھ لیتے تو ایسے باریک نکات تک آپ کی رسائی شاید ہی ہوتی۔ آپ کے ساغر میں پورے کا پورا میخانہ انڈیل دینا چاہتے ہیں۔ ایسے ایسے تڑپا دینے والے پہلو اجاگر کرتے ہیں کہ انسان ان کی قلبی کیفیات اور ان کے پاکیزہ جذبات کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک دن فرمانے لگے "حیدر بھائی! چادر کے موضوع پر اس سے بڑا شعر میری نظر سے نہیں گزرا جو موسیٰ لکھنوی کہہ گئے ہیں۔" وہ شعر یوں ہے:

ردائے بنتِ زہراؑ لوٹنے کو لوٹ لی لیکن
بچیاں بھی ہوئے چادر دیکھنے والے

مولائے کائنات کی معصومہ صاحبزادی کی چادر تطہیر کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹنے والے ملعونوں کی ایسی بے حیائی کا علاج جہنم میں آگ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ایک روز فرید لکھنوی صاحب کے فنِ شاعری کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا ایک کمال فن پر فائز مصرع سنایا کہ

گردن کے ساتھ کٹتا ہے رستہ بہشت کا

ان سے جب بھی بات ہو تو یہ پوچھنا نہیں پڑتا کہ ان پر آج کل کس تخلیق کا جنون سوار ہے۔ ان کی کیفیت خود بخود خوبصورت اور فصیح کن انداز میں زبان شوق سے جاری ہو جاتی ہے۔

آپ کا انداز فکر و عمل ایسا ہے کہ اگر علامہ اقبال سے دشتِ جنوں میں ملاقات ہو جائے تو "اقبال کے عرفانی زاویے" جیسی عارفانہ تصنیف شائع ہو جاتی ہے اور اگر اسی دشت میں اقبال کے دوسرے پہلو میں جا نکلیں تو "شکوہ، جواب شکوہ کا تجزیہ" پیش کر دیتے ہیں۔ "اقبال کے عرفانی زاویوں" میں شامل مضامین کے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں: "اقبال کی دعا"، "علامہ اقبال فنا فی الرسول"، "علامہ اقبال اور زیارت رسول"، "علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری"، "اقبال کا تصور زمان و مکان"۔ ان عنوانات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ادب کے بازار میں کس جنس کے خریدار ہیں۔ انشاء اللہ خاں انشاء پر کتاب لکھی تو انشاء کو کسی موجودہ دور کی مشہور ولی شخصیت سے منسوب کرنے کی بجائے اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ماہ لقا بائی کے نام کیا اور ساتھ ہی اس محترمہ کی عظمت کا ایک عجیب و غریب تعارف کروایا کہ اس محترمہ نے شاہی خطاب کے دوران 500 روپے کی بے طلب ہنڈی بھجوا کر ان کا دل موہ لے لیا اور انشاء خود اپنا تعارف کرواتے ہیں: (شعر میں تراب اور خاک کی نسبت غور طلب ہے)

بندہ | بوتراب | ہے | انشا
شک | نہیں | اس | کی | خاکساری | میں

ڈاکٹر تقی عابدی صاحب کو جتنا بھی قریب سے دیکھیں ان کی ذات میں دو جذبے سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک پنجتن پاک اور دوسرے اردو زبان۔ پنجتن پاک اور آلِ اطہار علیہم السلام سے تو انہیں عشق ہے اور اردو زبان سے وہ اس عشق کے اظہار کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے پیار کرتے ہیں۔ آپ کی تصانیف "رموزِ شاعری" اور "عروسِ سخن" اردو زبان سے آپ کی والہانہ محبت کی اس دلیل ہیں۔

اپنی زبان دانی کو اظہارِ عشق کا ذریعہ بنانے کا بہترین مظاہرہ انہوں نے اپنی تالیف "یادگارِ انیس" میں کیا ہے۔ میر انیس کے ایک مشہور ترین مرثیے کو اپنے ممدوح کے حقیقی قدردان عوام کا بہانہ بنا کر ڈاکٹر صاحب اس مرثیے کے بند بند کے حسن کو چنتے چلے گئے اور ایک کتاب مرتب ہوتی چلی گئی۔ عشق سوا یہ کام ممکن نہیں۔ 804 صفحات پر مشتمل ہر اعتبار سے خوبصورت ترین کتاب میں حیاتِ انیس، میر انیس مشاہیر شعر و ادب کی نظر میں، یادگار مرثیے کے حقائق، شہدائے کربلا کی تعداد کی نسبت سے مرثیے کے 72 منتخب اشعار اور پھر ان میں سے منتخب اور تین اشعار جیسے

قرآن رحل زیں سے سرِ فرش گر چکا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر چکا

اور پھر ان تین شعروں میں سے ایک حاصلِ مرثیہ شعر

جنگل سے آئی فاطمہ زہراؑ کی یہ صدا
امت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمداؐ

ایک بیٹی کا اپنے باپ سے اسی کی امت کے ہاتھوں کے جانے والے اس قدر بھیانک ظلم کا بین اور کیا ہو سکتا ہے۔ جنگل، فاطمہؑ، صدا، امت، لوٹ اور وا محمداؐ کے الفاظ میں اتنی بڑی داستان کو جس سادگی، خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ پرو دیا گیا ہے وہ صرف انیس ہی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مرثیے پر اعتراضات کے جوابات، تجزیے کی مکمل جدول جس میں مرثیے کے 2129 کلمات اور صنعتوں کی تعداد درج ہے۔ عربی ترجمے کا نمونہ، ڈاکٹر ایوا میچیوز کا کیا ہوا مکمل انگریزی ترجمہ۔ ایسا لگتا ہے جیسے ڈاکٹر صاحب نے انیس کے مرثیے کو اپنی لیب میں خوردبین کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اگر کوئی ان کا ذرہ برابر بھی مددگار ہوا ہو گا تو اس کی جزا اسے روزِ محشر ضرور عطا کریں گے۔

ڈاکٹر تقی عابدی صاحب کی کتابوں پر انتہائی معتبر اور مشہور اساتذہ نے تبصرے کئے ہیں، جن کے ہوتے ہوئے اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس علمی سرمائے سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ یہ کتابیں ہر گھر اور ہر لائبریری کی زینت بن سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست میں ان کی کتابوں کے ناموں سے ہی آپ کو ڈاکٹر صاحب کے مطالعے کی نوعیت اور ان کی علمی و ادبی وسعت کا اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا۔

1- جنبِ 1982ء
2- جوشِ مودت 1999ء
3- گلشنِ رباب 2000ء
4- رموزِ شاعری 2000ء
5- عروسِ سخن 2000ء
6- اقبال کے عرفانی زاویے 2001ء
7- انشاء اللہ خان انشاء 2001ء
8- تجزیہ یادگارِ انیس 2002ء
9- اظہارِ حق 2003ء
10- طالعِ مہر ... مرزا دبیر 2004ء
11- مجتہدِ نظم ... مرزا دبیر 2004ء
12- سلکِ سلامِ دبیر 2004ء

زیرِ اشاعت کتابیں

1- تجزیہ شکوہ جواب شکوہ
2- ابوابِ المصائب ... مرزا دبیر
3- رباعیاتِ دبیر
4- مصحفِ تغزل کوئی

بائیس سال کے عرصہ میں سولہ اعلیٰ ترین کتابوں کو منصہ شہود پر لے آنا ان تھک محنت پر خلوص لگن اور وسائل و ذرائع کے مقصد اور استعمال کے علاوہ اخلاق و کردار کی بلندی اور ایسی پاک ہستیوں کی نعمتیں امداد سے ہی ممکن ہو سکتا ہے جن کی مدحِ سرائی ڈاکٹر صاحب کا ایمان بن چکا ہے۔ میں اپنے محترم بھائی اور دوست ڈاکٹر تقی عابدی صاحب کو اس ولی ایوارڈ کے حصول پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے اسٹرن یونیورسٹی ایوارڈ کمیٹی کی نظرِ انتخاب کی داد دیتا ہوں، جنہوں نے ایک بار پھر اپنے ادارے کی علم دوستی کا پورا پورا ثبوت پیش کیا ہے۔ اپنے ان کلماتِ تحسین کو میں ڈاکٹر صاحب کے ہی دو عمدہ اشعار پر ان کے زورِ قلم میں اضافے کی دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

چاند سورج تیری تیغ کے دھوں کی طرح
گردشِ چرخ میں کرتے ہیں حفاظت تیری
تیری نورانی نظر دے تقی کو مولا
جس سے وہ کرتا رہے ہر جا زیارت تیری

☆☆☆☆☆☆